جناب رانا محمد شفیق خاں پسروری

"فقہ حنفی اور وسیع المشربی"

کچھ عرصہ سے خصوصاً جب سے شریعت بل کی بحث چلی ہے ملک میں مختلف مسالک کی طرف سے اپنی اپنی فقہ کے نفاذ کے لیے مطالبے زوروں پر ہیں۔ حالانکہ قریباً تمام ہی مسالک کے دانشور اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ فقہوں کے اختلاف کی بجائے اور اس طرح سے ملک میں پھیلنے والے متوقع انتشار سے بچنے کے لیے صرف کتاب وسنت کو ہی بطور قانون نافذ ہونا چاہیئے کہ فقہیں تو الگ الگ آئمہ کے اجتہاد کا نتیجہ ہیں جو کہ صواب ہونے کے باوجود مختلف ہیں اور کسی بھی ایک فقہ کو سب پر مسلط نہیں کرنا چاہیئے کہ خود ان فقہوں کے آئمہ نے بھی یہی قرار دیا ہے مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب حاکم وقت ہارون الرشید نے موطا کو بطور ماخذ قانون رواج دینے کی بات کی تو امام مالک نے انکار فرما دیا۔ اور کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا موطا صرف میری آراء و اجتہاد پر مشتمل ہے ایسے ہی دیگر آئمہ نے اپنی فقاہت کے باوجود دیگر آئمہ کی فقاہت کو بھی قبول فرمایا ہے اور ایسے صحیح کہا ہے۔

چند روز ہوئے مختلف ملکی اخبارات میں جناب مولانا عبدالستار خاں نیازی کا ایک مضمون نظر سے گزرا۔ اس مضمون میں مولانا نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ صرف فقہ حنفی ہی صحیح ہے اور اسے ہی بطور قانون نافذ ہونا چاہیئے اس سلسلے میں انہوں نے کچھ حقائق نقل کئے ہیں اور کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا ہے مضمون سطحی سوچ کا مظہر معلوم ہوتا (موصوف ایک بنیاد بنا کر خود ہی گرا دیتے ہیں) ہم اس مضمون کی قطعیت سے قطع نظر اپنی بحث کریں گے لیکن یہ گزارش ضرور کریں گے کہ ایسے موضوعات پر لکھنے سے قبل ایسے موضوعات پر مطالعہ کو وسعت دے لیا کریں اور کوئی بھی بات اس وقت تک قطعی طور پر اختیار نہ کریں جب تک اس کے مخالف و موافق افکار و

نظریات میں موازنہ نہ کر لیا کریں۔ نیز ایک غیر جانبدار فرد رہ کر تحقیق کریں۔

مولانا نیازی کی سیاسی حیثیت مسلّمہ ہے لیکن جب سے وہ ایک خاص فرقہ سے متعلق ہو کر رہ گئے ہیں ان کی دانشوری اس کی محدودیت کا شکار ہو کر رہ گئی ہے مثلاً اس مضمون میں یوں ظاہر ہو رہا ہے کہ شائد وہ سمجھ ہی نہیں سکے کہ فقہ کیا ہے ؟ فقہ کا اہلِ اسلام سے کیا تعلق ہے ؟ اور کیا اہل فقہ کا دائرۂ مشرب اسی طرح محدود ہے ؟ ہم اپنے مضمون میں انہی باتوں پر بحث کریں گے لیکن باحوالہ اور حنفی زعما و مفکرین کی کتب سے

فقہ کیا ہے ؟

تاج العروس، شرح قاموس، لسان العرب، المنجد وغیرہ کتبِ لغت کے مطابق لغت میں فقہ، سمجھ، سوجھ بوجھ عقل و ادراک اور فہم و فراست کو کہا جاتا ہے جبکہ اصطلاح میں اسے علوم شرعیہ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ فروعی مسائل و احکام میں اجتہادانہ تدبر سے" استنباط و استخراج" فقہ کہلاتا ہے گویا درجۂ اجتہاد پر فائز ائمہ و بزرگانِ دین کی فروعِ شرعیہ میں سعی و جہد اجتہاد اور اس کا نتیجہ فقہ ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ سلف صالحین میں درجۂ اجتہاد پر فائز چند ایک نہیں بلکہ بے شمار بزرگ ہیں اور یہ دروازہ ابھی بند نہیں ہوا گویا چند ایک فقہیں نہیں بلکہ کئی ہیں اور ہوں گی لیکن مشہور صرف چند ایک ہیں اور ایسا مجتہدین کے اپنے اپنے مکتب یعنی اسکولز آف تھاٹ (SCHOOL OF THOUGHT) کی وجہ سے ان سے تعلق کے شہرے کے سبب ہے نہ کہ قطعیت کی وجہ سے یعنی جس مجتہد نے جس مجتہد استاد کی فقاہت کو پسند کیا۔ اکثر قبول کیا وہ اسی کے ساتھ منسوب سمجھا گیا جیسے ہمارے ہاں ندوۃ العلماء کے پڑھے ہوئے ندوی علیگڑھ کے فارغ علیگ وغیرہ کہلاتے ہیں ایسے ہی پہلے وقتوں کے لوگ اپنے اساتذہ میں سے سرخیل سے منسوب ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد آئمہ (امام ابو یوسف امام محمد امام زفر وغیرہ) کے متعلق مشہور ہے حالانکہ وہ مسلّمہ اور متفقہ طور پر خود بھی مجتہد اور فقیہہ تھے اور امام صاحب کی فقاہت سے اکثر اختلاف کے باوجود ان کے نام سے منسوب ہیں یا جیسے کتب صحاح ستہ وغیرہ کے مؤلفین سمجھے جاتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں (تفصیل کیلئے تاریخ فقہ ناشر دارالاشاعت کراچی۔ حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ) ایسے ہی یہ تمام فقہا اپنے استاد سے نسبت اور اسکی

فقہ کے قبول کرنے کے باوجود دیگر ائمہ کی فقہوں کو بھی قبول کرتے رہے ہیں (تفصیل دیکھئے حنفی عالم مولانا انیس احمد صدیقی کی مسلکِ اعتدال) پھر یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد آئمہ نے امام صاحب سے اکثر اختلاف کیا ہے، فقہ حنفی کی کتب کا مطالعہ کرنے والا ہر فرد جانتا ہے کہ فقہ کا شائد ہی کوئی مسئلہ ہو جس میں امام صاحب اور ان کے فقیہہ شاگردوں کا باہمی اختلاف نہ ہو اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ وہ وسیع المشرب تھے ایسے ہی ماضی قریب کے حنفی علماء نے بھی ایک فقہ کے ہوتے ہوئے دوسری فقہوں کے قبول کرنے کے فتوے دیئے ہیں (دیکھئے کفایت المفتی، فتاوی اشرفیہ اور پیر کرم شاہ صاحب کا کتابچہ دعوت فکر و نظر وغیرہ) ایسا اس لیے ہے کہ ہر مجتہد اپنے تمام تر کمال و ترقی، رفعت و اعلیت اور اعلیٰ مقام و مرتبہ کے باوجود انسان ہوتا ہے اس کے اجتہاد میں صواب و خطا کا احتمال رہتا ہے جیسا کہ معروف ائمہ کے اختلاف سے واضح ہے (ملاحظہ فرمایئے اصول فقہ کی جملہ کتب) اس لیے کسی بھی ایک فقہ پر اس لحاظ سے زور دینا صحیح نہیں کہ وہ ہی (قطعی طور پر) اپنائی جائے اور بس، نیز اس کے علاوہ کوئی نظریہ اور فقہ قابل قبول نہیں حالانکہ حنفی مفکرین و سلف صالحین نے وضاحت سے لکھا ہے کہ صرف ایک فقہ پر بس نہیں کرنا چاہیئے بلکہ خوب سے خوب تر کی جستجو میں لگے رہنا چاہیئے اور جب مل جائے تو اپنا لینا چاہیئے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

" الم نؤمن بفقيه اياكان انه اوحى الله اليه الفقه و فرض علينا طاعته، وانه معصوم فان اقتدينا بواحد منهم فذلك لعلمنا بانه عالم بكتاب الله و سنة رسوله (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۶۱) یعنی کوئی فقیہہ ہو ہم کسی پر ایمان نہیں لائے کہ اللہ نے اس پر بذریعہ وحی فقہ نازل کی ہے اور اس کی اطاعت ہم پر فرض ہے اور وہ (خطا سے) معصوم ہے۔ اگر ہم اس کی بات (کوئی) مانتے ہیں تو اس وجہ سے کہ وہ کتاب و سنت کا عالم ہے۔ گویا شریعت اور قابل تعلیم و تعمیل شارع علیہ السلام کے اقوال، افعال اور احوال ہیں اور باقی کچھ نہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے کتب اصول فقہ) جبکہ ائمہ نے ایک مکتب وا سکول کی طرف نسبت کے باوجود، اپنے وجہِ نسبت استاد کی فقہ سے اختلاف کیا ہے (تفصیلاً مقدمہ شرح وقایہ از مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی تاسیس النظر از ابن عمر و دبوسی حنفی، طبقات سبکی از علامہ تاج الدین سبکی) ایسے ہی صرف فقہ حنفی کے قبول کرنے کی وجہ سے احناف کی کئی اقسام ہیں جن کو مولانا عبدالحئ حنفی لکھنوی نے "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" میں تفصیل سے بیان کیا ہے

فقہ میں امام صاحب کے اقوال

ہمارا حسن ظن ہے کہ فقہ حنفی کی کتب کے وہ تمام اقوال جو مخالفین فقہ حنفی کو بدنام کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں وہ امام صاحب کے نہیں ہیں، ان کی اسناد امام صاحب تک نہیں پہنچتی بلکہ اسناد کا عمل دخل ہی کتب فقہ میں مفقود ہے تو کس طرح معلوم ہو کہ کون سی بات امام صاحب کی ہے اور کون سی ان کی نہیں ہے تفصیلاً دیکھئے تنقید الھدایہ عمدۃ الرعایہ اجوبۃ فاضلہ نافع کبیر شرح جامع الصغیر از مولانا عبدالحئی حنفی لکھنوی، دراسات اللبیب از ملا معین حنفی، ایقاظ علی، سبب الاختلاف از علامہ محمد حیات سندھی، حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ دہلوی رسالہ عمل بالحدیث از مولانا ولائت علی حنفی، شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری حنفی) شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۱ پر قوت القلوب کے حوالے سے ابوطالب مکی کا قول نقل کرتے ہیں " ان الکتب والمجموعات محدثۃ " کہ یہ (فقہی) کتب اور مجموعات (فتاوی) نئی چیزیں ہیں یعنی حقیقتاً ایسا نہیں ملتا جیسا ان میں لکھا ہے، گویا اقوال ائمہ و فقہ فقہا میں بھی شک پڑ گیا۔ اس لحاظ سے بھی کسی ایک امام کی فقہ کو خاص نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ کتب فقہ کی طباعتوں میں بھی الفاظ کا ردو بدل ہو سکتا ہے اگر کسی میں شک نہیں تو وہ صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ایسے ہی کتب فقہ میں امام صاحب کے جو اقوال ہیں وہ اس لحاظ سے بھی قابل غور ہیں کہ ان فقہی کتب میں صرف ابو حنیفہ کنیت کا ذکر ہے جبکہ تاریخ میں تقریباً اکیس افراد ابوحنیفہ کنیت کے ہوئے ہیں جن میں سے ایک امام نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور باقی بیس ابوحنیفہ نام کے افراد ہیں غلط نظریات کے حامل بھی ہیں اب جبکہ کتب فقہ میں اسناد نہیں تو کسی طرح معلوم ہو کہ یہ قول واقعتاً امام نعمان بن ثابت کا ہے یا کسی اور ابوحنیفہ کا۔ احادیث میں اسناد سے پھر بھی موضوع روایات شامل کر دی گئی ہیں اب جن کی اسناد ہی نہ ہوں ان کو پتہ کس طرح چلے ؟ اور جو کتب فقہ ہیں ان کے رواج کے وقت کا پتہ بھی تیقن سے ثابت نہیں شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں صراحت سے اس کو تحریر کیا ہے ہم صرف یہی کہنا چاہتے ہیں کہ کسی بھی فقہ کے لیے قطعی اختیار کی بات نہیں کرنا چاہیئے اور دیگر کو غلط یا غیر صحیح نہیں قرار دینا چاہیئے بلکہ بحکم ربانی " فردوہ الی اللہ والرسول " ہر بات کو قرآن و حدیث سے جانچنا

چاہیئے جو موافق ہو قبول کر لینی چاہیئے ورنہ نہیں ۔ جیسا کہ خود فقہا نے صراحت سے فرمایا ہے

اقوالِ ائمہ وفقہاء

امام شعرانی "میزان الشعرانی" (مطبوعہ مصر صـ۴۶) میں لکھتے ہیں۔ "بیشک تمام ائمہ مجتہدین اپنے تلانذہ کو ظاہراً کتاب وسنت پر عمل کرنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تم ہماری بات کو کتاب وسنت کے خلاف پاؤ تو ہماری بات کو دیوار پر دے مارو"

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ (مطبوعہ صدیقی دہلی صـ۱۵۸) میں فرماتے ہیں۔ "تمام مجتہدین کاملاً صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے"۔ عقد الجید (مطبوعہ صدیقی لاہور صـ۴) پر شاہ صاحب فرماتے ہیں "بیشک تمام جماعت فقہا نے اپنی اور غیر کی کاملاً پیروی سے منع فرمایا ہے ایسا ہی علامہ سیوطی نے اپنی کتاب "الرد علی اخلد الی الارض" میں لکھا ہے امام نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ (امام ابوحنیفہ) کے اپنے اقوال (جو اس طرح ہمارے مؤقف کی تائید کرتے ہیں) جن میں کتاب وسنت کی پیروی اور ان کے مقابل آراء و فقہ کے چھوڑنے کا حکم ہے کیلئے ملاحظہ فرمایئے عقد الجید صـ۵۳، میزان شعرانی صـ۴۹ کلمات طیبات (مطبوعہ مطبع الانوار) صـ۳، میزان شعرانی صـ۴۹ ۔ عینی شرح ھدایہ (مطبوعہ نولکشور) صـ۲۵۳ جلد نمبر ا ۔ ردالمحتار شرح درمختار (مطبوعہ دہلی) جلد ا صـ۵۱ وغیرہ ۔ بلکہ امام صاحب نے یہاں تک فرمایا کہ "جو میری دلیلوں کو نہیں جانتا اس کو لائق نہیں کہ میرے قول کو سنے اور اس کے مطابق فتویٰ دے۔ ملاحظہ فرمایئے عقد الجید صـ۱، مقدمہ ھدایہ جلد ا صـ۹۳ وغیرہ)

میزان شعرانی جلد ا صـ۴۹ میں تو یہاں تک ہے کہ "ایک آدمی کوفہ میں دانیال علیہ السلام سے منسوب کتاب لے کر آیا تو امام ابوحنیفہ اور ان کے علاوہ اور لوگ اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے اور کہنے لگے کیا قرآن حدیث کے سوا اور بھی کوئی کتاب ہے؟ (یعنی کوئی اور کتاب بھی ہے؟ (یعنی کوئی اور کتاب بھی لائق اطاعت ہے؟)

تحفۃ الاخیار فی بیان سنت سید الابرار مطبوعہ فاروقی دہلی صـ۱۰۳ پر ہے کہ "امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے تھے کہ نہ میری، نہ مالک کی اور نہ ہی کسی اور کی کاملاً پیروی (تقلید) کرو بلکہ احکام کو وہیں سے لینا جہاں سے انہوں نے لیے (کتاب و سنت سے)" ایسے ہی اقوال امام ابویوسف، امام زفر، امام عافیہ بن یزید، امام حسین بن زیاد، امام عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہیں (ملاحظہ فرمایئے عقد الجید صـ۵۶، بستان العارفین مطبوعہ مصر صـ۸ اعلام الموقعین مطبوعہ اشرف المطابع جلد ا صـ وغیرہ)

ان تمام اقوال ائمہ کو ملاحظہ فرمائیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی فقہ کو سب کچھ جان لینا کسی بھی طرح صحیح نہیں بلکہ ہر فقہ کو قرآن و حدیث سے پرکھنا چاہیئے اور پھر آج کل تو احادیث کی کتب بھی عام فہم زبان میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔

نیز اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ خود "فقہ حنفی" میں امام صاحب سے لے کر "مابعدالی الیوم" کئی فقہاء کے فتاویٰ بھی شامل کر دیئے گئے ہیں تو بھلا "فقہ حنفی" کہاں محدود رہی؟ یہ تو "وسیع المشربی" کا اظہار ہے۔ جیسا کہ دانشور کہہ رہے ہیں اور جیسا زمانہ ماضی کے فقہاء و ائمہ کا عمل تھا کشف الغمہ میں امام شعرانی فرماتے ہیں۔

" یقیناً کوئی ایک مذہب بھی تمام احادیث شریعت پر حاوی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ یہاں تک صاحب المذہب (امام صاحب) نے کہہ دیا کہ جب کبھی صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اس قول کی بنا پر کسی بھی مجتہد نے جتنی بھی احادیث سے استدلال کیا ہے وہ اس کے مذہب میں داخل ہو جائیں گی اور اس کا مذہب ٹھہریں گی اور امام شافعی سے بھی یہی ثابت ہے۔ اس صورت میں تمام مذاہب اس قول کی وجہ سے شافعی کا مذہب ٹھہرے، ہر اس شخص کے نزدیک جس میں تعصب نہیں۔

علامہ شامی رد المحتار شرح در مختار (جلد اصـ۱۶۶) پر لکھتے ہیں" زمانہ سابق میں لوگوں کا طریق یہی تھا کہ وہ ایک دفعہ ایک عالم سے فتویٰ لیتے۔ دوسری دفعہ دوسرے سے، ایک ہی مفتی کا تعین نہ کرتے تھے۔ آج کل کوئی ایک مذہب کو اپنے اوپر لازم سمجھے۔ حنفی یا شافعی تو بعض کے نزدیک لازم نہیں ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ لازم کرنا نہ کرنے والے کے برابر ہے یہی راجح ہے"۔

عقد الفرید میں ملا حسن شرنبلالی حنفی فرماتے ہیں" سو تمام مذکور سے حاصل کلام یہ ہوا کہ التزام مذہب معین کا آدمی پر ضروری نہیں "۔

" تحصیل التعرف" میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں" طریقہ متقدمین میں مذہب معین نہیں پایا جاتا " عقد الجید (صـ۸۱) میں شاہ صاحب فرماتے ہیں" اور نقل کیا شیخ عبدالوہاب نے علمائے مذاہب کی ایک بڑی جماعت سے، یہ کہ فتویٰ دیتے تھے اور عمل کرتے تھے مطابق مذہب کے بغیر قید ایک مذہب کے، زمانہ اصحاب سے زمانہ شیخ تک "

شیخ سلطان معصومی مدرس مسجد حرام مکہ اپنی کتاب" ھل المسلم ملتزم باتباع مذہب معین

من المذاھب الاربعہ" میں لکھتے ہیں کہ مذہب معین کا التزام دراصل سیاسی، وقتی اور نفسانی غرض کا تقاضا اور نعرہ ہے اور ہماری اس بات کی ہر وہ فرد تصدیق کرے گا جو تاریخ سے واقف ہے۔" شاہ ولی اللہ دہلوی "الانصاف" میں لکھتے ہیں "کسی مذہب کی کاملاً پیروی چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوئی ہے سلف صالحین اس سے آشنا نہ تھے وہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی کاملاً پیروی نہ جانتے تھے۔"

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "فتاویٰ مصریہ" میں فرماتے ہیں "کہ اگر کوئی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمھم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کے مذہب پر ہو اور اسے بعض مسائل کے متعلق پتہ چلے کہ یہ مسائل ہمارے امام کی نسبت دوسرے امام کے زیادہ قوی ہیں اور وہ اپنے امام کے علاوہ کی پیروی کرلیتا ہے تو بہت اچھا کرتا ہے اس میں کسی قسم کی قباحت یا ردو قدح نہیں بلکہ یہ بہترین ہے اور اگر کوئی ایسا نہیں کرتا بلکہ ہٹ دھرمی اختیار کئے ہوئے ہے وہ جاہل اور گمراہ ہے۔"

"الاقناع" اور شرح اقناع" میں ہے" جمہور میں سے کسی نے مذہب معین کے التزام کا نہیں کہا بلکہ وہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کا کہتے تھے اور ان کی نافرمانی سے منع کرتے رہتے تھے۔"

"الفضاء من الانصاف" میں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں" جو کوئی امام معین کی کاملاً پیروی کا کہے وہ درحقیقت شرک کا مرتکب ہوجاتا ہے کہ یہ صرف حکم الہٰی کے مطابق شریعت مطہرہ کے لیے ہے۔"

امام ابن ھمام رحمۃ اللہ علیہ التحریر والتقریر (جو کہ اصول فقہ حنفیہ پر ہے) میں ذکر کرتے ہیں" مذہب معین کا التزام صحیح نہیں، اس لیے کہ واجب صرف وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب کیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ؐ نے انسانوں میں سے کسی پر مذہب معین واجب نہیں کیا۔"

"ایقاظ ھمم اولی الابصار" میں ہے کہ" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح متبع وہ ہے جو اللہ اور رسول کے بارے میں سوال کرے نہ کہ کسی خاص کا ہوکر رہ جائے بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ ہر کسی عالم سے سوال کرے۔"

علامہ ابن نجیم حنفی" بحر الرائق" میں فرماتے ہیں، عمل نص صریح پر کرنا قیاس سے بہتر ہے

اور ظاہراً احادیث پر عمل واجب ہے اور امام ابوحنیفہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جو ہمارے اقوال وفتویٰ سے زیادہ واضح اور صحیح بات پائے وہ زیادہ بہتر ہے اور اسی طرح امام شعرانی نے "تنبیہ المغترین" میں نقل کیا ہے"۔

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں "کسی ایک پر بھی واجب نہیں کہ وہ مذہب معین کی طرف منسوب ہوکر رہ جائے بلکہ ہر فرد پر واجب ہے کہ اگر وہ عالم نہیں تو وہ اہل ذکر میں سے کسی سے پوچھ لے کسی کو خاص نہ کرے"۔

علامہ عبدالحق دہلوی "شرح الصراط المستقیم" میں فرماتے ہیں "کامل پیروی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنی چاہیئے اور کسی کی نہیں"۔ شیخ محمد حیات سندھی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بے علم ہے تو علماء سے جانے مگر مذہب معین کو لازم نہ کرے کہ اس طرح (اس کے لازم کرنے سے) مطاع نبی کے مشابہہ ہو جائیگا بلکہ وہ ہر مذہب سے صواب کا متلاشی رہے ایسا کرنا احسن ہے اور اس کے خلاف کرنا جہالت، بدعت اور نادانی ہے"۔

سند بن عنان رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح (جو کہ "مدونۃ مالک" پر ہے) میں مذہب معین کے التزام کے نقائص کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ "اس طرح آدمی کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکامات ترک کر دیتا ہے اور حرام و حلال میں اسی طرح کرتا ہے جس طرح اس کے معین مذہب میں ہو" امام سند بن عنان کی بات کی شہادتیں موطا امام محمد، شرح معانی الآثار از طحاوی اور ابن ہمام کی فتح القدیر میں اکثر ملتی ہیں کہ کسی بات سے صرف اس لیے انکار کر دیا جاتا ہے کہ پسندیدہ مذہب معین میں اس کے خلاف ہوتا ہے۔ شیخ معصومی اپنی کتاب میں شاہ ولی اللہ کی کتاب التفہیمات الالٰہیہ ص۱۸۱ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

" علماء میں سے جہاندیدہ افراد نے مذہب واحد کی قید نہیں لگائی جیسے کہ ابو محمد جوینی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "المحیط" تصنیف کی ہے اور لازم نہیں کیا مذہب واحد پر چلنا"۔

اسی طرح تفہیمات میں تفصیل سے شاہ صاحب نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے کہ مذہب معین کی بجائے کتاب وسنت کو اصل مان کر کسی بھی عالم یا امام کی بات لی جا سکتی ہے اعلام الموقعین جلد ۳ ص۲۴۶ پر علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفصیل سے بحث کی ہے" ایسے ہی ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی "اغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان" (جلد نمبر ا ص۱۲۵ پر بھی وضاحت سے

لکھا گیا ہے کہ مذہبِ واحد اور شیخ معین کا التزام صحیح نہیں

اس باب میں سب سے بہترین بحث شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے **حجۃ اللہ البالغہ** فرمائی ہے آپ کی یہ بحث ہم حجۃ اللہ البالغہ کے اردو ترجمہ (مطبوعہ دارالاشاعت کراچی) صفحہ ۲۴۵ سے نقل کر رہے ہیں۔ شاہ صاحب "چوتھی صدی ہجری سے پہلے اور بعد لوگوں کا حال" کی سرخی باندھ کر لکھتے ہیں۔

" معلوم کرنا چاہیئے کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے لوگ کسی خاص ایک مذہب معین پر متفق نہ تھے، قوت القلوب میں ابوطالب مکی نے بیان کیا ہے کہ یہ کتابیں (فقہ کی) اور مجموعے (فتاویٰ) نئی چیزیں ہیں۔ قرن اول ودوم میں پہلے لوگ اور لوگوں کے اقوال کے قائل نہ تھے۔ کسی مذہب معین کے مطابق فتویٰ دینے کا طریقہ معین نہ تھا۔ خاص کسی شخص کا قول اختیار نہ کیا جا سکتا تھا ہر ایک میں اس کے قول کو نقل نہیں کیا کرتے تھے اس کے مذہب پر فقہ کی بنیاد قائم نہیں ہوتی تھی۔ تاہم چوتھی صدی کے لوگ مذہب معین کی تقلید پر متفق نہ تھے کسی ایک مذہب کی فقہ کی پابندی نہ تھی کہ اس کا قول نقل کیا جائے، جیسے کہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے (۱) عالم (۲) عامی۔ عوام کی حالت یہ تھی کہ اتفاقی مسائل میں جو مسلمانوں اور جمہور مجتہدین میں مختلف فیہ نہ تھے وہ صرف صاحب شرع (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہی پیروی کرتے تھے۔ وضو، غسل، نماز، زکوٰۃ کا طریقہ وہ اپنے باپ دادوں یا اپنے شہر کے علماء سے سیکھ لیا کرتے تھے۔ اسی روش پر وہ چلتے تھے اور جو کوئی نیا واقعہ پیش آتا تو جو کوئی مفتی مل گیا اسی سے مسئلہ دریافت کر لیا کسی مذہب معین کی تخصیص نہ تھی اور خاص درجے کے لوگوں کی یہ حالت تھی کہ ان میں سے محدثین علم حدیث میں مصروف تھے ان کے پاس احادیث نبوی اور آثار صحابہ میں ضروری حدیثیں موجود تھیں کہ مسئلہ میں اور کسی چیز کی انہیں حاجت نہ تھی، وہ حدیثیں مستفیض یا صحیح قسم کی جمع تھیں جن پر فقہا عمل کر چکے تھے، جو ان پر عمل نہ کرے وہ قابلِ عذر نہیں ہے اور نیز ان کے پاس ایک مجموعہ ان قولوں کا تھا جو جمہور صحابہ اور تابعین سے

ایسے مؤید تھے کہ ان کی مخالفت نازیبا نہ تھی۔

اگر تعارض نقل یا وجہ ترجیح ظاہر نہ ہونے وغیرہ سے مسئلوں میں ان کا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا تو گزشتہ فقہاء میں سے کسی کے قول کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے اور اگر فقہا کے دو قول اس مسئلہ میں ملتے تھے تو ان میں سے جو زیادہ قابلِ اعتماد ہوتا اس کو اختیار کر لیا کرتے تھے۔ خواہ وہ فقیہہ اہل مدینہ سے ہوتا یا اہل کوفہ سے۔

اس کے بعد شاہ صاحب مذہب معین کے التزام کی وجوہ کو تفصیلاً ذکر کرتے ہیں کہ کس طرح محض "تقرب شاہی" کے لیے فقہا کے گروپ بنتے چلے گئے اور کیسے لوگ ایک دوسرے کی فقاہت کی تردید کرنے لگے۔ فرماتے ہیں۔

"نہایت کو رو تاریک واقعات پیش آئے، ایسے ہی ان اختلافات نے جہالت، اختلاط اور شکوک وشبہات اور اوہام کو ہر جانب پھیلا دیا۔ اس لیے ان فرقوں کے بعد خالص تقلید شائع ہوگئی، حق و باطل اور مخاصمت و استنباط میں کچھ تمیز نہ رہی۔

شاہ صاحب نے کئی صفحات پر بحث کی ہے ہر ہر لفظ حق و حکمت سے پر ہے تفصیل حجۃ اللہ میں ملاحظہ فرمایئے! شاہ صاحب بحث کے آخر میں لکھتے ہیں

"میں کلیتہً یہ بیان نہیں کرتا ہوں، اس لیے کہ بندگان الٰہی میں ایسی جماعت ہمیشہ ہوا کرتی ہے، جن کو کوئی رسوا کرنے والا ضرر نہیں پہنچا سکتا "وھم حجۃ اللہ فی ارضہ" اگرچہ ان کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔ اب جو زمانہ آتا گیا اس میں فتنہ اور تقلید زیادہ ہوتی گئی اور لوگوں کے دلوں میں دم بدم تدین دور ہوتا گیا حتیٰ کہ امورِ دین میں غور و خوض کرنا انہوں نے چھوڑ دیا اور وہ مطمئن ہو گئے اور کہنے لگے انا وجدنا آبائنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون: ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک جماعت پر متفق پایا ہے ہم ان کے نشانوں کے پیرو ہیں "والی اللہ المشتکیٰ وھو المستعان وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان۔"

ہم نے اس مضمون میں مختصراً اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ کسی خاص فقہ کو ہی سب کچھ نہیں جان لینا چاہیئے اور نہ ہی اس کے کاملاً اور قطعیت سے اختیار کا کہنا چاہیئے بلکہ آئمہ و فقہاء اور سلف صالحین کی طرح "وسیع المشربی" اختیار کرنی چاہیئے خصوصاً اختلافات کے خاتمے کے لیے صرف اور صرف کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

رجوع کرنا چاہیئے۔ تمام آئمہ و فقہاء لائق احترام و احتشام ہیں مگر ان سے بتقاضائے بشریت خطا ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد از انبیاء افضل ترین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی فقہی اختلافات ہوئے، ان سے بھی بعض معاملات میں بھول چوک ہوئی کہ معصوم عن الخطا صرف انبیاء کی ذات ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے العلم والعلماء از ابن عبدالبر، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل از مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی و دیگر کتب سیر و رجال و اصول)

الحمد للہ! اصول میں سب مکاتب اہل سنت متفق ہیں بلکہ نفاذ سے تعلق رکھنے والی فروعات میں بھی اور ان تمام امور پر متفق علیہ احکامات شرعیہ قرآن و حدیث سے مل جاتے ہیں رہ گئے۔ نئے نئے واقعات کی بات تو اسلامی نظریاتی کونسل یا اسی طرح کی دیگر کمیٹیاں تشکیل دی جا سکتی ہیں اور اس طرح باہمی اتفاق رائے سے کتاب و سنت اور تعامل صحابہ سے استنباط کر کے ان کا حل کیا جا سکتا ہے۔ یہی ایک طریقہ ہے ملک و ملت کے اتحاد و اتفاق کا ورنہ ہر فرقہ اور گروہ اپنی اپنی فقہ اور ازموں کے لیے اٹھ کھڑا ہوگا اور اس طرح نہ صرف اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوگی بلکہ ملک و ملت میں انتشار کا بھی خدشہ ہے اس لیے میں بصد ادب عرض کروں گا کہ وہ اس طرح کی بولیاں بولنے کی بجائے ملک و ملت کے وسیع تر مفاد کے لیے صرف اور صرف کتاب و سنت کے نفاذ کی بات کریں ہر صاحب شعور جانتا ہے کہ ان فقہوں سے قبل کا دور اسلام کی ترقی کا اور امت مسلمہ کے اتفاق و اتحاد کا دور تھا جوں جوں فقہوں کی وجہ سے تفرقہ اور اختلاف پھیلتا گیا اسلام اور امت مسلمہ تنزلی کا شکار ہوتی گئی یعنی وہی دور امن و سکون کا تھا جو اتحاد امت کا دور تھا۔ اسی دور میں صحیح طریقے سے اسلام کی اشاعت بھی ہوئی تھی۔ آج تو مسلمان ہی ذہنی طور پر اضطراب میں مبتلا ہے کہ کون سی فقہ صحیح ہے اور کون سی غلط اور بھلا اس صورت حال سے کوئی غیر مسلم کس طرح متاثر ہو سکتا ہے؟ اس لیے ملک و ملت کے وسیع تر مفاد کے لیے ان رنگ برنگی باتوں کی بجائے اصل اسلام (کتاب و سنت) کو ہی تھاما جائے اور اس کے نفاذ کی بات کی جائے اللہ بہتری کرے آمین